

اس تنظیم کا جائزہ لے رہی ہے اور اگر اس کی سرگرمیاں ملکی مفادات کے خلاف پائی گئیں۔ تو مناسب اقدامات کئے جائیں گے۔ انہوں نے یہ تسلیم کیا کہ ملک میں فری مین کے ۳۰ لاکھ ہیں۔ مگر اس بات سے لاعلمی ظاہر کی کہ یہ تحریک اسلام کے خلاف ایک یہودی تحریک ہے۔ اس کے بعد اخبارات میں اس تنظیم سے متعلق اسمبلی کے ان سوالات و جوابات کا غلطہ اٹھا۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حکومت نے کوئی قدم اٹھایا یا نہیں۔ اس وجہ سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے حالیہ اجلاس میں، راجون کے غیر سرکاری کام کے دن فری مین تنظیم پر پابندی سے متعلق اپنی قرارداد پیش کی۔ آپ ابھی اپنی قرارداد پر وضاحتی تقریر کر رہے تھے کہ مرکزی وزیر داخلہ نے اٹھ کر اعلان کیا کہ حکومت نے پچھلے سال چھ دسمبر کو اس تحریک پر پابندی لگانے اور تمام عمارتوں کو تعلیمی مقاصد کیلئے قبضہ میں لینے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ اس اعلان پر بڑی خوشی اور مسرت کا مظاہرہ ہوا۔ اور حضرت شیخ الحدیث نے وزیر داخلہ کی یقین دہانی اور غیر مبہم اعلان پر قرارداد واپس لے لی۔

ابھی اس پابندی پر پورے ملک اور پریس میں مسرتوں کا اظہار ہو رہا تھا۔ کہ کچھ سابقہ فری مینوں کی طرف سے آئے ہوئے خطوط اور اخبارات کی خبروں سے یہ اندیشہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ کہ مرکزی وزیر داخلہ نے شائد تحریک پر پابندی کے سلسلہ میں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ فری مین کی خفیہ سرگرمیاں اور میٹنگیں بدستور جاری ہیں۔ عمارتیں ان کے قبضہ میں ہیں۔ اس تحریک کے صدر دفتر کا ایسی کسی پابندی سے لاعلمی ظاہر کر دینے کا ذکر بھی اخبارات میں آیا۔ اور خفیہ میٹنگوں کے دعوت ناموں کا فوٹو سٹیٹ منسٹر بھی اخبارات میں آیا۔ قرارداد کے محرک شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ذاتی طور پر یہ مسئلہ مرکزی وزیر داخلہ کے سامنے رکھا۔ مگر انہوں نے کہا کہ شائد احکامات ابھی صوبائی حکومتوں کو نہیں پہنچ سکے۔ روزنامہ نوائے وقت نے ۱۸ جون کو اپنے ادارے میں اس اعلان کو ایسی پارلیمانی غلط بیانی قرار دیا۔ جس سے بہت کم غلطی ثابت ہونے پر برطانیہ کے وزیر خوراک لارڈ نارٹھبروک نے محض اعداد و شمار کی غلطی پر اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ نوائے وقت نے لکھا کہ وزیر داخلہ کے غیر مبہم وضاحت کے بغیر اس بات سے پارلیمانی غلط بیانی کی ایک نئی روایت قائم ہو گئی۔

بہر حال شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے اصل صورتحال معلوم کرنے کیلئے ۱۸ جولائی کو دوبارہ یہ مسئلہ تحریک استحقاق کی شکل میں اٹھایا۔ اور اس بات کو پورے ایوان کا استحقاق مجرد کرنے کے مترادف قرار دیا۔ کہ اخبارات میں حکومت کے اعلان کے برعکس حقائق سامنے آرہے ہیں۔ اس کے جواب میں مرکزی وزیر داخلہ نے بڑی شدت سے یہ وضاحت کی کہ ۲۶ ستمبر کو کاہنہ میں فری مین پر پابندی کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ قانونی مشکلات

پر قابو پانے کے سلسلہ میں شاید بعض صدیوں میں اب تک اسکی تعمیل نہ ہو سکی۔ اور اب مکمل کارروائی کی جارہی ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ حکومت کی واضح یقین دہانی پر ایک حد تک ختم ہوا۔ مگر یہ سوالات اپنی جگہ قائم رہیں گے۔ کہ آٹھ ماہ قبل ریٹے گئے مرکزی حکومت کے احکام کی تعمیل اب تک کیوں نہ ہو سکی۔ اور بعض صوبائی حکومتوں نے اس پر عمل درآمد کیوں نہ کیا۔ اسی طرح یہ سوالات بھی بدستور قائم ہیں۔ جسے بعد میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی طرف سے وقفہ سوالات میں اٹھانے کی کوشش بھی کی گئی کہ کیا حکومت اب اس تنظیم کے ارکان پر کڑی نگاہ رکھے گی۔ جن میں سے میں نے کچھ قلمبند سے اہم ترین علی شعبوں اور کلیدی متا صلب تک پر فائز رہے۔

قرارداد مسیحائی مشنری سرگرمیوں اور ارتداد پر پابندی | اس کے بعد دوسری قرارداد کا تعلق غیر مسلم اقلیتی فرقوں خصوصاً عیسائیوں کی مشنری سرگرمیوں کی طرف سے چلانے والی تحریکات پر پابندی لگانے اور ایسی تمام سرگرمیوں کی ممانعت سے تھا۔ جن سے کسی مسلمان شہری کے مرتد ہونے کا احتمال ہو۔ اس طرح کی سرگرمیاں ملک و ملت کی سالمیت مسلمانوں کے ایمان اور مذہب کے لئے مستحق خطرہ بنی ہوئی ہیں۔ قادیانی اور عیسائی سرگرمیوں کے نتیجے میں کتنے مسلمان کفر کی گردنیں چلے جا رہے ہیں۔ اس کا اندازہ ان کی رپورٹوں اور خبروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ ملک بھر میں ان سرگرمیوں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ جو دن بدن حکومت اور مسلمانوں کی دینی اسلامی حیثیت اور ملی عزت کے لئے ایک چیلنج بنتے جا رہے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ قرارداد بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ اس سے قبل ستمبر ۱۹۷۲ء کے اجلاس میں بھی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے ایسی مشنری سرگرمیوں کے متعلق بعض اہم سوالات کا نوٹس دیا تھا۔ جسے سپیکر نے چیمبر ہی سے مسترد کر دیا۔ اور جسکی تفصیل الحق میں آچکی ہے۔

۴۔ جون کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اسمبلی میں حرکت کے طور پر اپنی قرارداد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ — ”عیسائی اس ملک میں عیسائیت کا پرچار اور دوسری عیسائی حکومتوں کا اگر کار بننے کی شکل میں بہت کچھ کر رہے ہیں۔ یہ ادارے یہاں کے باشندوں کی غربت اور مالی حالت کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں عیسائی بنا رہے ہیں۔ مشن سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں کے ذریعہ یہاں عیسائی اڈے قائم ہیں۔

پاکستان میں ان کے کام کی جو رفتار ہے، اس کے بارے میں عالمی مشنری ادارے بر ملا اس فخر کا اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان ہمارے لئے نہایت کارآمد میدان ثابت ہو رہا ہے۔ آپ نے آج سے دس سال قبل کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۱ء میں مغربی پاکستان کی کل آبادی

تین کروڑ دس لاکھ سات سو ستاسی تھی۔ اور سنہ ۱۹۶۱ء میں یہ آبادی تین کروڑ چار نوے لاکھ چوبیس ہزار چار سو انا لیس ہو گئی۔ اس کے مقابل سنہ ۱۹۵۱ء میں مغربی پاکستان میں مسیحی آبادی چار لاکھ تین ہزار سات سو چھ تھی۔ جو سنہ ۱۹۶۱ء میں پانچ لاکھ تریاسی ہزار آٹھ سو چوبیس ہو گئی۔ یعنی مجموعی آبادی ۲۷٪ بڑھ گئی مگر مسیحی آبادی میں ۳۵٪ کا اضافہ ہوا۔ ان اعداد و شمار سے یہاں ارتداد پھیلنے کی تیز رفتاری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ سرحدی علاقے جو دشمن سے ملے ہوئے ہیں۔ ان سرگرمیوں کا خاص نشانہ بنے ہوئے ہیں جس سے لازماً سرحدات غیر محفوظ ہو کر دشمن کی سازشوں کی لپیٹ میں آسکتے ہیں۔ اس لئے ان اداروں پر پابندی لگانا ملک کی سالمیت کا بھی تقاضا ہے۔ جبکہ ہندوستان پہلے سے اپنے ہاں اس کی ممانعت کر چکا ہے۔ اس لئے پاکستان میں مسیحی سرگرمیوں اور اس کے ساتھ ساتھ تمام غیر مسلم اقلیتوں کے ارتداد پھیلانے کی سرگرمیوں کی سختی سے ممانعت کی جائے۔

اس کے بعد قرارداد پر عام بحث شروع ہو گئی۔ میاں محمود علی قصوری نے کہا کہ مسئلہ آبادی کے تناسب کا ہے۔ گورنمنٹ ۱۹۷۳ء تک کے اعداد و شمار پیش کر سکے۔ تو بحث میں مدد ملے گی۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب نے جواب میں کہا کہ اس وقت عیسائی آبادی ۱۵ لاکھ کے قریب ہے۔ مگر اس سوال کا تعلق ریزولیشن سے کیا ہے وہ تو مشنری پر بحث ہے۔ تو قصوری صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالحق نے ۱۹۶۱ء تک کے اعداد و شمار پیش کئے ہیں۔ ہمیں موجودہ تناسب معلوم کرنا ہے۔ وزیر داخلہ صاحب نے کہا کہ بحث جاری رہی تو موجودہ اعداد و شمار ہیا کہ دئے جائیں گے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ مولانا عبدالحق صاحب نے مرنے کی عیسائی مشنری پر پابندی کا نہیں ارتداد پر پابندی لگانے کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے اس بحث میں یہ نقطہ نظر بھی سامنے رکھا جائے۔

اس مرحلہ پر مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنی صوابدید کی بناء پر قرارداد کی عبارت سے متعلق ایک بحث چھیڑ دی۔ غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہب اور احکام پر عمل کرنے کی آزادی کی جو ضمانت مسلمان میں دی گئی ہے کہ وہ ایک خاص دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے دین اور مذہب پر عمل پیرا رہ سکیں گے اس قرارداد میں ان شہری اور مذہبی آزادیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مشنریوں کی تحریک ارتداد پر پابندی کا مطالبہ تھا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی کا خیال تھا کہ اس طرح قرارداد کی عبارت کا اگلا اور پچھلا حصہ متضاد ہو گیا ہے۔ مذہبی آزادی سے تو مراد ہوتے کی اجازت ہو جاتی ہے۔ (حالانکہ یہ غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کا ذکر تھا۔ جو ایک کفر چھوڑ کر دوسرا کفر اختیار کر لینے سے مراد نہیں کہلا سکتے۔) اس لئے قرارداد کا پہلا حصہ نکال دیا جائے۔ آپ نے دوسری ترمیم یہ پیش کی کہ قرارداد کی عبارت مرزائیت پر پابندی کو بھی شامل ہو سکتی ہے۔ مگر مرزائیت

بھی واضح طور پر قرارداد میں شامل کی جائے (مگر مولانا غلام کو شاید اس تلخ حقیقت کا احساس نہ رہا کہ اس طرح کی صراحت کے بعد قرارداد ایوان کے سامنے لانے سے قبل ہی مسترد ہو چکی ہوتی)۔ سپیکر نے ترمیم کے بارے میں کہا کہ یہ تو طریقے سے آسکتی ہے، زبانی نہیں پیش ہو سکتی اور مزائیت کی ترمیم سے آئینی تحفظات کی نفی ہو جائے گی۔

دفاقی وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عبدالحق کا یہ ریزولوشن پاکستان کے آئینی تحفظات کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ ہم عبوری آئین کے دور سے گزر رہے ہیں جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک کسی بھی صورت میں ختم ہونا ہے۔ سینٹ بننے کے بعد دو مقننہ پارلیمنٹ ہوں گی۔ گو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ قرارداد قطعی طور پر آئین کے خلاف ہے یا نہیں، مگر میری رائے میں اس سے بنیادی حقوق کے تحفظ کی کسی حد تک خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ ہم اس وقت عبوری دور سے مستقل دور میں جا رہے ہیں۔ کمیٹی میں بھی اس پر بحث کر سکتے ہیں۔ اگر مولانا کو اس پر اصرار تو میں کہوں گا کہ عبوری آئین کے تحت ایوان اس قرارداد پر رائے دینے کا مجاز نہیں اس لئے کہ اقلیت کو بھی اکثریت کی طرح تحفظ دیا گیا ہے۔ اس لئے میں مولانا سے اس وقت اس قرارداد کے واپس لینے کی گزارش کروں گا۔

مولانا عبدالحکیم صاحب نے قرارداد کے حق میں کہا کہ اسلام غیر مسلموں کو شہریت کے وہی حقوق دیتا ہے جو مسلمانوں کو دیتا ہے۔ قرارداد کا مقصد تو یہ ہے کہ یہ غیر ملکی لوگ ایک تنظیم بنا کر بیرونی امداد سے ایسے حربے اور طور طریقے اختیار کرتے ہیں کہ درپردہ پاکستان کی سلامتی کے خلاف کام ہوتا ہے۔ دشمن کی جاسوسی ہوتی ہے تو ایسی سرگرمیوں پر پابندی مقصود ہے۔ اس ملک میں بھائی، قادیانی، ہندو، مسلم سب کو رہنے کا حق ہے۔ تعلیم ملازمت تجارت میں آبادی کے تناسب سے حقوق بھی ہیں انہوں نے وزیر قانون کی اس رائے کی تائید کی کہ مستقل آئین کے نفاذ کے بعد دونوں ایوان جمع ہوں تو باہمی افہام و تفہیم سے بات ہو سکتی ہے۔ سپیکر نے کہا کہ اس پر بحث سے نقصان ہوگا۔ مگر جواب میں کہا گیا کہ کیا روس اور چین وغیرہ میں ملک کے نظریات کے خلاف سرگرمیوں پر پابندی نہیں لگائی گئی۔ آئین نے اقلیتوں کو اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کی اجازت دی۔ یہ تو باہر جا کر لوگوں کو درغلاستے ہیں۔ اس لئے غیر ملکی مشنز پر مسلمانوں میں تبلیغ کرنے کی پابندی ہو۔

سرکاری پارٹی کے غلام نبی چوہدری نے قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کی اس قرارداد سے بین الاقوامی طور پر ہماری ساکھ کو نقصان پہنچے گا۔ کہ اکثریت اقلیت سے خائف ہے۔

مولانا کو چاہئے کہ ہاؤس میں ایسی قرارداد پیش کرنے کی بجائے باہر نکل کر مشنز یوں کا مقابلہ کریں۔ اس طرح تو ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کا محاذ کھل جائے گا۔ ہندوستان میں اگر مشنز یوں پر پابندی ہے تو ان کا آئین سیکور ہے۔ (حالانکہ وہ یہ بھول گئے کہ سیکور ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ انہیں کھلی چھٹی دی جاتی) پھر کہا کہ مولانا نے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں اس سے ہماری نیک نامی ہوتی ہے کہ ہم اقلیتوں کو اتنا موقع دے رہے ہیں۔

جماعت اسلامی کے صاحبزادہ صفی اللہ نے قرارداد کے حق میں اپنی تقریر میں کہا کہ بعض لوگ مولانا کی قرارداد کی غلط تشریح کر رہے ہیں۔ قرارداد کا مقصد ارتداد کو روکنا ہے۔ قتل مرتد کتاب اجماع سنت، اور خلافت راشدہ کے وقت سے طے شدہ مسئلہ ہے، وزیر قانون کی یہ تشریح بھی غلط ہے کہ اسلام میں ہر کسی کو جو دین چاہے اختیار کرنے کی اجازت ہے، انہوں نے کہا کہ سعودی عرب وغیرہ میں مشنری اداروں اور ارتداد پر پابندی ہے بدنامی سے ڈرنا احساس کتری ہے۔ آپ جاکر سوشلسٹ ممالک کا حال دیکھیں، پتہ چل جائے گا۔ اسلام بھی ایک ضابطہ حیات ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ جو چاہے اس سے کٹ جائے۔ فوج میں آنے کی مجبوری نہیں، مگر واپسی کی اجازت نہیں ہوتی، تو قرارداد کی مختلف تاویلات نہ لیں۔ اس کا واضح مطلب ارتداد پر پابندی عائد کرنا ہے۔

اس مرحلہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے دوبارہ اٹھ کر خود تشریح کی اور فرمایا۔ کہ ہمارے ہاں تمام اقلیتوں کو ان کے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی آئین نے ہی دی ہے۔ ہم اس پر کوئی قدغن نہیں لگانا چاہتے۔ میرا مقصد قرارداد پیش کرنے سے یہ ہے کہ پاکستان جو بہت سی قربانیوں اور لاکھوں مسلمانوں کے اجرٹنے کے بعد اسلام کی خاطر بنا ہے، تو پاکستان جتنے وقت عیسائی تعداد ۸۰ ہزار تھی مگر آج وزیر قانون نے اعتراف کیا کہ اب ۱۵ لاکھ کی تعداد ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اتنی تعداد مشنز یوں کی وجہ سے نہیں بڑھی؟ یہ لوگ باہر کی عیسائی مملکتوں کے فن فیز سے پاکستان کے شہریوں کے مذہب اور ملک کی حدود اور سالمیت کو خطرہ پیدا کر رہے ہیں۔ تبلیغ سے نہیں کہ دلائل عقلی اور حکمت سے کسی کا مذہب اور عقیدہ بدلا گیا ہو۔ بلکہ مالی امداد لالچ اور ترغیب دے کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ تو درحقیقت اغوا ہوتا ہے۔ اور ان مالی حربوں سے لوگ بعض مصالح دنیوی کی خاطر ان کے ذمہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔

۱۹۷۱ء کی لڑائی میں پاکستان کی سرحدات پر عیسائی مشنز یوں نے خفیہ کام کیا پاکستان کو نقصان پہنچایا تو ملک کی حفاظت کی خاطر ان سرگرمیوں کو روکنا چاہئے۔ اس کے بعد مولانا مظلّم نے ایک پاکستانی مسیحی مسٹر انتھونی کا ایک حوالہ پڑھ کر سنایا کہ — آج مغربی پاکستان میں عیسائیوں کے پورے پورے گاؤں معرض وجود میں آچکے ہیں۔ پاکستان نے عیسائی مشنز یوں کی سرگرمیوں کا خیر مقدم کیا ہے۔ ارباب اقتدار

نے ممنوعیت کے ساتھ دستِ اعانت بڑھایا ہے۔ ان آبادیوں کی اکثریت کا دار و مدار ایسے فنڈز (جو بیرونی ممالک سے درآمد ہوتے ہیں) اور ان کی مقدار کئی ملین ڈالر تک پہنچتی ہے۔ ابھی مولانا نے یہ حوالہ پورا نہیں کیا تھا کہ عبدالحفیظ پیرزادہ نے اٹھ کر کہا کہ مولانا نام لیں جنگ میں کس نے جاسوسی کی، یہ آپ کیا لئے بیٹھے ہیں۔ آئینی پوزیشن کو بھی سمجھنا ہے۔ اس طرح نقصان ہوگا۔ مولانا نے کہا کہ یہ صرف مذہبی معاملہ نہیں، سیاسی معاملہ بھی ہے۔ البتہ اگر وزیر قانون یقین دہانی کرائیں کہ دوسرے موقع پر اسے پیش کر دوں گا۔ تو اس وقت تک میں قرارداد کو واپس لیتا ہوں۔ البتہ قرارداد کا واپس لینا مقید اور مشروط ہوگا کہ اسے دوبارہ ایوان میں پیش کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ پیرزادہ نے کہا کہ ہم کس طرح روک سکتے ہیں۔ آپ جس وقت چاہیں اسے ایوان میں لا سکتے ہیں، میں کیسے روکوں گا۔ مولانا نے اس پر قرارداد مستقل آئین کے نفاذ تک واپس لی۔ اخبارات میں مبہم واپس لینے کا ذکر آیا۔ تو دوسرے دن ایوان میں مولانا نے اسکی وضاحت ضروری سمجھتے ہوئے دو باتوں کی طرف سپیکر کو توجہ دلائی۔ ایک یہ کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی میری قرارداد یہ کہہ کر مجھے واپس کر دی گئی کہ یہ مفاد عامہ کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ عین مفاد عامہ کا تقاضا ہے۔ اور مرزائیوں کو الگ کر دینا خود قادیانیوں کے مسلک اور پالیسی کے مطابق بھی ہے۔

سپیکر نے کہا کہ اس بارہ میں آپ میرے چیمبر میں آکر مجھ سے گفتگو کریں۔ یہاں نہیں کر سکتے۔ دوسری وضاحت مولانا نے یہ کی میں نے جناب سپیکر اور وزیر قانون کے مشورہ اور یقین دہانی پر مشرعوں کی قرارداد ملتوی کر دی ہے۔ واپس نہیں لی۔ کیا میں خود باللہ اور اللہ کی اجازت دے سکتا ہوں۔ سپیکر نے کہا ہاں یہ واپسی آئین کے نفاذ تک ہے۔ مولانا شاہ احمد نوری نے بھی مولانا کی تائید میں فرمایا کہ نئے آئین کے بعد قرارداد کو ایوان میں لانے کے بارہ میں وزیر قانون کی یقین دہانی ریکارڈ پر ہے۔ مشورہ قبول کرنے کا مطلب قرارداد کو بالکل واپس لینا نہیں۔

سودی نظام کے خاتمہ کی قرارداد

اس کے بعد مولانا عبدالحق مدظلہ نے سودی نظام کے متعلق وہ قرارداد پیش کی جس پر حرکت اللہ رب بخت ہوتی اور بالآخر سرسہ کاری پارٹی نے اسے رائے شماری کے بعد اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مسترد کر دیا۔ قرارداد میں ملک بھر میں سودی اقتصادی اور معاشی کاروباری نظام بشمول بنکنگ وغیرہ کو اسلامی اقتصادی نظام سے بدلنے کا کہا گیا تھا۔ نہ صرف آج کے غیر سرکاری دن بلکہ اگلے غیر سرکاری دن کو بھی اس پر بحث ہوتی رہی وزیر خزانہ مبشر حسن جناب پیرزادہ جناب جے اے رحیم، شیخ رشید وزیر صحت، علی حسن منگی، غلام نبی چوہدری، جناب ممتاز احمد جناب ریاض حفیظ اللہ، جناب گردیزی وغیرہ نے قرارداد کے مندرجات سے ایک حد تک اتفاق کرتے ہوئے بھی قرارداد کی مخالفت میں تقریریں کیں اور خود محکمہ قرارداد مولانا عبدالحق کے